علامہ محمد اقبال۔ دوسری گول میز کانفرنس اور تحریک کشمیر

کلیم اختر

www.IqbalCyberLibrary.Net
All rights reserved.
اقبال سائبر لائبریری
©2002-2006

برطانوی حکومت نے ہندوستان کے آئینی، دستوری اور سیاسی مسائل کے حل کے لیے ۱۹۳۰ء کے اواخر میں لندن میں ایک گول میز کانفرنس طلب کی۔ اس کا بنیادی مقصد یہ تھا کہ ایک ایسا متفقہ دستوری فارمولا مرتب کیا جائے جس کی وساطت سے ہندوستانی قوم کے لیے ایک قابل عمل آئین تیار کیا جائے۔ یہ پہلی گول میز کانفرنس ستمبر ۱۹۳۰ء میں منعقد ہوئی جو "نشستند و گفتند و برخاستند" سے آگے نہ بڑھ سکی۔ لیکن علامہ محمد اقبال نے جو اس پہلی گول میز کانفرنس میں شریک نہیں تھے، ۳۱ دسمبر ۱۹۳۰ء کو آل انڈیا مسلم لیگ کے اجلاس منعقدہ الہ آباد میں جو صدارتی خطبہ پیش کیا، وہ درحقیقت مسلمانان ہند کی منزل کا تعین تھا۔ یعنی پہلی گول میز کانفرنس کی ناکامی کے بعد علامہ محمد اقبال نے برطانوی حکومت کو بتایا تھا کہ مسلمان کیا چاہتے ہیں، چنانچہ جب دوسری گول میز کانفرنس ستمبر ۱۹۳۱ء میں بلائی گئی تو اس میں علامہ محمد اقبال کو بھی مدعو کیا گیا۔ عاشق حسین بٹالوی کی روایت کے مطابق انہیں شرکت کی دعوت سر میاں فضل حسین کے ایماء پر دی گئی تھی۔ اس بات کی تصدیق عظیم حسین کی کتاب "سر فضل حسین" سے بھی ہوتی ہے —— جن مسلم زعمائے کرام نے اس کانفرنس میں شرکت کی، ان کے اسمائے گرامی یہ ہیں:

سر آغا خان، سر سید علی امام، نواب احمد سعید چھتاری، مسٹر اے کے، فضل الحق، اے ایچ غزنوی، خان بہادر حافظ ہدایت حسین، علامہ محمد اقبال، ڈاکٹر شفاعت احمد خان، سر محمد شفیع، مولانا محمد شفیع داؤدی، مولانا شوکت علی، سر سلطان احمد، چودھری ظفر اللہ خان، سر صاحبزادہ عبدالقیوم، سر شاہنواز خان، غلام مرتضیٰ بھٹو، سر غلام حسین ہدایت اللہ، مسٹر محمد علی ڈومیلی۔

علامہ محمد اقبال نے دوسری گول میز کانفرنس میں بڑی سرگرمی سے حصہ لیا۔ آپ کو اقلیتوں سے متعلقہ کمیٹی کا رکن بنایا گیا۔ مسلم وفد کے صدر ہزہائی نس سر آغا خان تھے۔ اور بقول محمد احمد خان "ڈاکٹر صاحب، ہزہائی نس آغا خان کو مختلف مسائل میں مشورے دیتے رہے۔" ("اقبال کا سیاسی کارنامہ" صفحہ ۴۳۵) —— اقلیتوں کی کمیٹی کے چار اجلاس ہوئے۔ یہ کانفرنس یکم دسمبر ۱۹۳۱ء کو ختم ہوگئی —— علامہ محمد اقبال اس میں شرکت کے لیے ۲۷ ستمبر ۱۹۳۱ء کو لندن پہنچے تھے —— لندن میں آپ نے سینٹ جیمز کورٹ میں قیام کیا۔ آپ کے ہمراہ مولانا غلام رسول مہر

تھے۔

دوسری گول میز کانفرنس میں علامہ محمد اقبال نے منجملہ دیگر مسائل کے' برطانوی حکومت سے ریاست جموں و کشمیر کی سیاسی صورت حالات پر بات چیت کی—— اور قبل اس کے کہ علامہ محمد اقبال' قائداعظم محمد علی جناح' اور سر میاں محمد شفیع کی مساعی جمیلہ کا ذکر کیا جائے' بہتر ہوگا کہ اس دور کے کشمیر کی سیاسی حالت پر بھی اجمالاً" نظر ڈالی جائے۔

حقیقت یہ ہے کہ سنہ ۱۹۳۱ء ہی میں تحریک حریت کشمیر اپنے فکری و نظری دور سے انقلابی دور میں داخل ہوئی تھی۔ ۱۳ جولائی ۱۹۳۱ء کو سری نگر میں مسلمانان کشمیر پر ڈوگرہ حکومت نے گولی چلا کر بائیس فرزندان توحید کو شہید کر دیا تھا' چنانچہ پورے برصغیر میں ایک غوغا پیدا ہوگیا اور اکابرین ملت نے شملہ میں اکٹھے ہو کر "آل انڈیا کشمیر کمیٹی" قائم کی جس کے صدر جماعت احمدیہ کے امیر میرزا بشیر الدین محمود مقرر ہوئے اور علامہ محمد اقبال اس تنظیم کے سیکرٹری جنرل چنے گئے۔ کشمیری مسلمانوں پر ڈوگرہ حکومت کے مظالم کا' مسلمانان ہند پر اتنا اثر ہوا کہ بلاامتیاز فرقہ بندی اور اختلاف مسالک کے سبھی متحد ہوگئے۔

علامہ محمد اقبال نے اس تحریک میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا—— اور بقول مصنف "اقبال کا سیاسی کارنامہ":

> اب جبکہ کشمیریوں پر یہ زمین تنگ کی جانے لگی تو بھلا ڈاکٹر صاحب خاموش کیونکر بیٹھ سکتے تھے' چنانچہ انہوں نے کشمیر کمیٹی میں سرگرمی کے ساتھ حصہ لیا۔ جیساکہ بیان کیا گیا ہے' کشمیر کمیٹی کا مقصد یہ تھا کہ آئینی ذرائع سے مسلمانان کشمیر کو ان کے واجبی حقوق دلائے جائیں—— کشمیر کمیٹی نے پہلا کام یہ کیا کہ جو مسلمان کشمیر میں قید و بند کی مصیبتیں جھیل رہے تھے' ان کو ممکنہ قانونی امداد دی۔ اس سلسلے میں ڈاکٹر صاحب نے بڑی دلچسپی سے کام کیا اور اپنے ذاتی اثر اور تعلق سے بعض نامی گرامی وکلا کو کشمیر روانہ کیا۔ پٹنہ کے مولوی نعیم الحق' ڈاکٹر صاحب سے تعلق خاطر کے باعث کشمیریوں کی مدد کو پہنچ گئے۔ اس طرح لاہور سے بھی ڈاکٹر صاحب نے بعض وکلا کو روانہ کیا۔ علامہ مرحوم سے نواب سر حمید اللہ خان والی بھوپال کے نہایت گہرے دوستانہ تعلقات تھے۔ ادھر مہاراجہ کشمیر کے بھی والی بھوپال سے دوستانہ مراسم تھے۔ ڈاکٹر صاحب نے والی بھوپال کے ذریعے مہاراجہ کشمیر کو اس امر پر آمادہ کیا کہ وہ مسلمانان کشمیر کے جائز مطالبات کی تحقیق کے لیے ایک کمیٹی مقرر کریں—— چنانچہ

اقبال کی مساعی کامیاب ہوئیں۔" (صفحہ ۱۸۰)

۱۳ جولائی ۱۹۳۱ء سے لے کر اپنی لندن روانگی (ستمبر ۱۹۳۱ء) تک علامہ محمد اقبال تحریک حریت کشمیر سے برابر آگاہ رہے۔ علامہ محمد اقبال لندن میں بے حد مصروف رہے۔ آپ نہ صرف برطانوی حکومت کے وزراء سے ملے بلکہ کئی مجلسوں میں بھی شرکت کی۔ وزیر ہند سر سیموئیل ہور خود علامہ اقبال سے ملنے آئے۔ سابق ایرانی وزیراعظم سید ضیاء الدین طباطبائی سے بھی ملاقات ہوئی۔ سفارت خانہ عراق کے سیکرٹری افضل بے نے دعوت ظہرانہ دی۔ البانیہ کے سفیر نے بھی دعوت پر مدعو کیا۔ ممتاز صحافی مسٹر پنکرڈ نے بھی دعوت دی۔ ایک محفل قرآت میں بھی شرکت کی۔ انگریز نوجوان عبدالرحمن ہارڈی نے چند سورتیں سنائیں' اور جب ایک چھ سات سالہ بچی نے سورہ فاتحہ سنائی تو علامہ اقبال نے خوش ہو کر اسے ایک پاونڈ انعام دیا—— غازی رؤف بے آف ترکی سے بھی ملے۔

ہماری دانست میں ان سب مصروفیات کے باوجود علامہ محمد اقبال کشمیر کو نہ بھولے۔ گو کشمیر کا مسئلہ گول میز کانفرنس میں زیر بحث نہ آیا لیکن اس کا ذکر جب بھی کسی نہ کسی حوالے سے ہوا تو گاندھی جی نے چپ سادھ لی۔ بہرحال ۹ نومبر ۱۹۳۱ء کو ہندوستانی مسلمانوں کا وفد حکومت ہند کے انڈر سیکرٹری آف سٹیٹ سے ملا اور اس سے کشمیر کے بارے میں گفتگو کی۔ یہ گفتگو اب تک صیغہ راز میں تھی جسے پہلی بار پاکستان کے ممتاز دانش ور ڈاکٹر رشید احمد جالندھری صفحہ قرطاس پر لا رہے ہیں۔

ڈاکٹر رشید احمد جالندھری' عہد حاضر میں جدیدیت کے حوالے سے ایک معتبر محقق ہیں۔ جب وہ لندن میں انڈیا آفس لائبریری میں بعض فائلیں دیکھ رہے تھے تو انہیں "ڈاکٹر اقبال اور کشمیر" سے متعلق ایک فائل مل گئی جس میں علامہ محمد اقبال اور قائداعظم محمد علی جناح کی بات چیت درج ہے—— ظاہر ہے کہ یہ ساری کارروائی انگریزی زبان میں ہے۔ اس کا اردو ترجمہ یہ ہے:

"—— نو نومبر ۱۹۳۱ء کو ہندوستانی وفد کے مسلم ارکان نے' جو گول میز کانفرنس میں یہاں لندن آئے تھے' حکومت ہند کے انڈر سیکرٹری آف سٹیٹ کے ساتھ ایک ملاقات کی جس میں انہوں نے مسئلہ کشمیر پر گفتگو کی۔ سر محمد شفیع نے کشمیر کی افسوس ناک صورت حال تفصیل سے بیان کی۔ انہوں نے بتایا کہ کشمیری مسلمان ہر قسم کے جبرو استبداد کا شکار بن رہے ہیں۔ پولیس ان کی مقدس کتاب' عبادت گاہوں اور عورتوں

کی بے حرمتی کرتی ہے۔ مسلمانوں کی طرف سے ہونے والے مظاہرے مہاراجہ کے خلاف نہیں ہیں۔ یہ صورت ۲۵ برس سے قائم ہے—— لیکن اس کے باوجود برطانوی حکومت نے کشمیر میں کسی قسم کی مداخلت نہیں کی۔ اس نکتے پر ڈاکٹر محمد اقبال نے فرمایا:

اگر مہاراجہ نے اس (افسوس ناک) صورت حال کو برابر جاری رکھنے کی اجازت دی ہے تو وہ اس کا ذمہ دار ہے۔ آپ (سر میاں محمد شفیع) یہ بات کھل کر کیوں نہیں کہتے؟

اس پر چودھری ظفر اللہ خان نے کہا: ایسا محسوس ہوتا ہے کہ آج مسلمان جس صورت حال سے دوچار ہیں، مہاراجہ کو اس کا علم نہیں ہے تاہم یہ فیصلہ کیا گیا کہ اقبال اور ذوالفقار علی، مہاراجہ سے ملاقات کریں، لیکن موخرالذکر اس ملاقات پر آمادہ نہ تھے۔ وائسرائے کی دوبارہ ہدایت پر ہم نے مہاراجہ سے ملاقات کی کوشش کی، لیکن ناکام رہے۔ وہاں کے سرکاری حلقوں میں یہ تاثر پایا جاتا تھا کہ حکومت کشمیر کے معاملات میں مداخلت کرنا چاہتی ہے۔ لیکن انڈیا آفس کے کہنے پر حکومت نے کشمیر میں مداخلت کرنے سے اجتناب کیا ہے۔ اب یہ حکومت برطانیہ کی ذمہ داری ہے کہ وہ کشمیر کے معاملات پر غور کرے کیونکہ اسی نے کشمیر کو گلاب سنگھ کے ہاتھ فروخت کیا تھا——

یہ تقریر سننے کے بعد ڈاکٹر اقبال نے کشمیر کے متعلق اپنی تشویش کا اظہار کرتے ہوئے فرمایا:

اب سب حقائق آپ کے سامنے ہیں۔ میں اپنی طرف سے ان میں کوئی اضافہ کرنا نہیں چاہتا بلکہ صرف یہ کہنا چاہتا ہوں کہ سری نگر میں بچوں کو بڑی بے رحمی سے قتل کیا جا رہا ہے۔ سری نگر کی تقریباً ہر گلی میں ان پر گولی چلائی جا رہی ہے، اور ڈوگرہ پولیس کے ہاتھوں عورتوں کی بے حرمتی ہو رہی ہے۔ اس سلسلے میں ہمارے پاس یورپ کی تین مختلف قوموں سے تعلق رکھنے والے اشخاص کی شہادتیں موجود ہیں جو اخبارات میں شائع ہو چکی ہیں—— اب اس معاملے میں انکوائری کے لیے نہ صرف پنجاب اور کشمیر کے مسلمان، بلکہ سارے ہندوستان کے مسلمان کشمیر میں ڈوگرہ فوج کے ہاتھوں ہونے والے مظالم کی تحقیقات کی شدید خواہش رکھتے ہیں، چنانچہ میں آپ

سے درخواست کرتا ہوں کہ ہماری اس خواہش کو سیکرٹری آف سٹیٹ (برائے ہندوستان) تک پہنچا دیں کہ وہ کشمیری فوج کے ہاتھوں ہونے والے مظالم کی فوری تحقیقات کے احکام صادر کریں۔ ان تحقیقات کے نتیجے میں اگر لوگوں کا قصور ثابت ہو تو لوگوں کو سزا دی جائے یا ان کی مذمت کی جائے ــــ لیکن اگر مہاراجہ یا اس کی انتظامیہ قصور وار ہو تو مہاراجہ کو معزول کیا جائے۔ میں مہاراجہ اور اس کی انتظامیہ کے قصور وار ثابت ہونے پر مہاراجہ کی معزولی کا مطالبہ کرتا ہوں۔ ہمیں اس بات کی قطعاً پروا نہیں ہے کہ کشمیری مسلمانوں پر وہاں کی سرکاری ملازمتوں کے دروازے بند ہیں یا ان کے لیے تعلیم حاصل کرنے کے مواقع موجود نہیں ہیں۔ ہمیں اس کی بھی کوئی پروا نہیں کہ انہیں فوجی تعلیم و تربیت سے دور رکھا جاتا ہے نہ ہمیں اس بات کی پروا ہے کہ ان پر بھاری ٹیکس لگائے گئے ہیں۔ واقعہ یہ ہے کہ وہ پچھلے ساٹھ برس سے ۲ روپے ۷ آنے سالانہ ادا کر رہے ہیں جبکہ ہندو شہری صرف ۳ آنے سالانہ ادا کرتے ہیں۔ ہمیں ان باتوں کی کوئی فکر نہیں۔ ہمیں فکر صرف اس بات کی ہے کہ کشمیری عوام کے ساتھ انصاف کیا جائے۔ ان کی عورتوں' بچوں' جوانوں اور بوڑھوں کے ساتھ انصاف کیا جائے جو کشمیری فوج کے ہاتھوں بے رحمی سے قتل ہو رہے ہیں۔ ہم آپ سے چاہتے ہیں کہ آپ معاملے کی تحقیق کرائیں ــــ اور اگر ضروری ہو تو مہاراجہ کو معزول کر دیں۔ یہی ہمارا مطالبہ ہے جو میں بالکل سیدھے سادھے انداز میں آپ ــــ سیکرٹری آف سٹیٹ ــــ اور برطانوی عوام تک پہنچانا چاہتا ہوں۔ میرا خیال ہے مستقبل قریب میں مجھے (یہاں) اس موضوع پر بات کرنے کے مواقع ملیں گے ــــ اور میں یہ تمام معاملات برطانوی عوام تک پہنچانا چاہتا ہوں کیونکہ ان تمام امور (قتل و غارت) کو کم از کم ایک سو برس تک جاری رکھنے کی اجازت دی گئی ہے۔ شاید برطانوی عوام کشمیر کے بارے میں کچھ نہیں جانتے۔ انہوں نے (برطانوی حکومت) کشمیر کو ۷۵ لاکھ روپے (تقریباً ۵۰ ہزار پونڈ) میں فروخت کیا ہے۔ یہ ایک ایسا سودا ہے جسے نہ تو جدید فلسفہ قانون تسلیم کرتا ہے اور نہ جدید اخلاقیات۔ اس سودے کے دو سال بعد ہندوستان میں اس وقت کے گورنر جنرل نے اعلان کیا تھا کہ اس سودے کو بے انصافی کا ذریعہ بننے نہیں دیا جائے گا' لیکن ہم دیکھ رہے ہیں کہ یہی سودا پچھلے سو برس سے ایک بہت بڑے ظلم و ستم کی وجہ بنا ہوا ہے۔ چنانچہ میں آپ

کی انصاف اور مساوات کی بلند روایات سے اپیل کرتا ہوں کہ آپ غور کریں کہ آیا کشمیری عوام سے انصاف ہو رہا ہے یا نہیں۔ اور اگر اس ناانصافی میں مہاراجہ ملوث ہے تو آیا اس کی حکومت ختم ہوگئی ہے یا نہیں—— ہم کسی صورت میں مہاراجہ کی حکومت کے جاری رہنے کے حق میں نہیں ہیں۔ اگر کشمیری عوام غلطی پر ہیں—— جو بھی صورت ہو—— ان کی عورتوں، مردوں اور بچوں کو طرح طرح کی اذیتیں دے کر قتل کیا گیا ہے۔ اور اگر تحقیقات کے نتیجے میں مہاراجہ کا اس جرم میں شریک ہونا ثابت ہو جائے تو اسے یقیناً معزول کیا جانا چاہیے۔ ہم اس جرم میں مہاراجہ کا کم از کم اس حد تک تو ملوث ہونا سمجھتے ہیں کہ آخر کار وہ انتظامیہ کا سربراہ ہے۔ اگر آپ ہمارا یہ مطالبہ پورا نہیں کریں گے تو میں آپ کو بتا دینا چاہتا ہوں کہ اس وفد میں ایسے ارکان بھی موجود ہیں جو محسوس کرتے ہیں کہ اگر آپ کشمیری عوام کا مطالبہ پورا نہیں کرتے اور ڈوگرہ فوج کے ہاتھوں ہونے والے مظالم کی تحقیقات نہیں کراتے تو وہ (ارکان) آپ کے ساتھ پرخلوص تعاون نہیں کرسکتے۔

شوکت علی : میں عزت مآب مہاراجہ کے ذاتی دوستوں میں شامل ہوں، اور میرا خیال ہے کہ مہاراجہ ایک اچھے انسان ہیں۔

اقبال : وہ اچھا انسان نہیں ہے۔ آپ اپنے ذاتی تعلقات کو بیچ میں نہ لائیں۔ آپ یہاں ہندوستان کے مسلمانوں کی نمائندگی کرنے آئے ہیں۔

شوکت علی : سر محمد اقبال نے جو کچھ کہا، میں اس میں مداخلت نہیں کرتا، اور امید کرتا ہوں کہ وہ بھی میری بات میں مداخلت نہیں کریں گے۔

اقبال : یہ مداخلت کا مسئلہ نہیں ہے۔ آپ یہاں اپنی ذات کی نمائندگی کرنے نہیں بلکہ ہندوستان کے مسلمانوں کی نمائندگی کرنے آئے ہیں——

شوکت علی : میں سر محمد اقبال کا بہت احترام کرتا ہوں۔ جب یہ سب باتیں وقوع پذیر ہو رہی تھیں تو وہ وہاں موجود تھے جبکہ میں وہاں موجود نہیں تھا۔ ان کا تعلق کشمیر ہی سے ہے اور میں ان کے جذبات کی قدر کرتا ہوں۔ لیکن مجھے امید ہے کہ وہ مجھے اپنی بات اپنے مخصوص انداز میں بیان کرنے کی اجازت دیں گے۔ مجھے ہندوستان کی ریاستوں پر پورا بھروسا ہے، اور ہم یہاں مستقبل کے لیے دستور سازی کر رہے ہیں۔ لیکن میں آپ کو بتا دینا چاہتا ہوں کہ اگر ان معاملات

کا تدارک نہ کیا گیا اور ان معاملات میں حکومت برطانیہ کا نام یوں بار بار لیا جاتا رہا تو ہم جو بڑے سکون سے کام کر رہے ہیں' سکون سے کام کرنا مشکل ہو جائے گا— میرا خیال ہے کہ ہمارے اپنے ملک میں کچھ مفسد لوگ ہیں جو مسلمانوں اور آپ (انگریزوں) کے درمیان مزید اختلافات پیدا کرنے کی کوشش کریں گے۔ یہ لوگ آپ میں اور مسلمانوں میں جھگڑا پیدا کرنے کی کوشش کریں گے۔ ہمیں مقدور بھر اس پریشانی سے بچنا چاہیے— اور میں سیکرٹری آف سٹیٹ اور انگریز عوام سے پرزور اپیل کرتا ہوں کہ آپ فوری طور پر کچھ کریں تاکہ یہ شکایات ختم ہو جائیں—

محمد علی جناح : جناب! کیا آپ یہ بتانا پسند کریں گے کہ موجودہ دور میں کشمیر میں برطانیہ کی آئینی حیثیت کیا ہے؟

سٹیورٹ : اس وقت میرے پاس کشمیر کے ساتھ ہونے والا معاہدہ موجود نہیں ہے' لہٰذا میرے لیے فوری طور پر اس کا جواب دینا مشکل ہو گا۔

محمد علی جناح : میں معاہدے کا نہیں پوچھ رہا۔ میں جانتا ہوں کہ ایک طرح سے مہاراجہ کی درخواست پر حکومت نے کشمیر کو (اپنے) کنٹرول میں لیا ہے۔

پیٹرک : مہاراجہ نے انگریز فوجی دستوں کی امداد کی درخواست کی تھی۔

محمد علی جناح: لیکن اب وہاں پر اختیار کس کے پاس ہے؟

آغا خان : نظم و نسق کا؟

محمد علی جناح : ہر بات کا— میں اپنے سوال کا مستند جواب چاہتا ہوں کیونکہ ہم اخبارات میں اس کے بارے میں بہت کچھ پڑھتے ہیں لیکن ہم اخبارات کی ان خبروں پر بھروسا نہیں کر سکتے۔ حقیقت یہ ہے کہ مسٹر جنکنز ہی وہ شخص ہیں جس کے ہاتھ میں مکمل طور پر جموں کے سول اختیارات ہیں۔

پیٹرک : وہ جموں میں فوجی کمانڈر کے ساتھ سیاسی مشیر کی حیثیت سے کام کر رہے ہیں۔

محمد علی جناح : لیکن اب انہوں نے وہاں کلی اختیارات حاصل کر لیے ہیں۔ سول بھی اور فوجی بھی۔

پیٹرک : مسٹر جناح! میرے پاس یہی معلومات تھیں۔

ڈاکٹر شفاعت: مہاراجہ تو بس برائے نام ہے!

محمد علی جناح: میں اس بات کا جواب اپنے رفقاء سے نہیں سننا چاہتا۔ مجھے سرکاری معلومات درکار ہیں' اور اسی لیے میں جاننا چاہتا ہوں کہ وہاں کی آئینی حیثیت کے بارے میں سرکاری اطلاعات کیا ہیں۔ میں آپ کو بتاؤں گا کہ میں یہ بات جاننے کے لیے اتنا بے چین کیوں ہوں۔ اگر ہمیں حتمی طور پر معلوم ہو جائے کہ کشمیر میں داخلی اختیارات کس کے پاس ہیں تو ہم آپ کے لیے اور بھی مفید ثابت ہوسکتے ہیں۔ میرے یہ سوال پوچھنے کی صرف یہی وجہ ہے۔ میں یہ سوال پریشانیاں پیدا کرنے کے لیے نہیں پوچھ رہا بلکہ میں یہ جاننے کے لیے واقعی سخت بے چین ہوں۔۔۔ اگر آپ مجھے بتا سکیں کہ اس وقت کشمیر میں کلی اختیار کس کے پاس ہے؟ آیا یہ اختیار انگریزی حکومت کے پاس ہے یا نہیں؟"

(انڈر سیکرٹری (برائے امور ہند) کے ساتھ مسلم وفد کا یہ اجتماع ۹۔ نومبر ۱۹۳۱ء بروز پیر سہ پہر چار بجے منعقد ہوا تھا۔ ملاحظہ ہو۔ ایل۔ پی۔ او ۴۷/۹۴۹ II-6)

غرضیکہ علامہ محمد اقبال اور قائداعظم محمد علی جناح نے دوسری گول میز کانفرنس کے موقع پر مسئلہ کشمیر کو اٹھایا۔ متذکرہ صدر بات چیت میں جن چند باتوں کی طرف اشارہ کیا گیا ہے' ان میں سے بعض کی وضاحت ضروری ہے:

(اول) مسلم وفد اور برطانوی حکومت کی بات چیت کا پس منظر۔

(دوم) جموں میں برطانوی فوج کی موجودگی۔

(سوم) مولانا شوکت علی مرحوم کا مہاراجہ ہری سنگھ کا دفاع کرنا۔

۱۹۳۱ء میں جموں میں عیدالاضحیٰ کے موقع پر ڈوگرہ پولیس کے ایک کارندے نے جس کا نام کھیم چند تھا' مفتی محمد اسحاق کو خطبہ عید دینے سے منع کر دیا۔ مسلمانوں نے اس پر سخت غم و غصہ کا اظہار کیا اور اسے مداخلت فی الدین قرار دیا۔۔۔ اس واقعے کے چند روز بعد جموں جیل میں ایک غیر مسلم ملازم نے ایک مسلمان قیدی (جو تلاوت کلام پاک کر رہا تھا) سے قرآن پاک (پنج سورہ) لے کر زمین پر پھینک دینے کی سفاکانہ جسارت کی اور توہین قرآن کا مرتکب ہوا۔ ان واقعات نے مسلمانان ریاست کو تڑپا دیا۔ اس سلسلے میں صوبہ کشمیر میں اجتماعات شروع ہوگئے۔ جون ۱۹۳۱ء کو ایک غیر ریاستی باشندے عبدالقدیر خان نے مسلمانان کشمیر کے اجتماع سے خطاب کیا

جس پر اسے بغاوت پر اکسانے کے جرم میں گرفتار کر لیا گیا۔ کشمیری مسلمانوں نے اس کی حمایت میں جلوس نکالے، جلسے کیے اور مظاہرے بھی کئے۔ ۱۳ جولائی ۱۹۳۱ء کو سنٹرل جیل سری نگر کے باہر جمع شدہ کشمیری عوام پر، جو عبدالقدیر خاں کے مقدمے کی سماعت کے لیے آئے تھے، حکومت جموں و کشمیر نے گولی چلا دی جس سے بائیس (۲۲) مسلمان شہید ہوگئے۔

اس وقت ریاست کا وزیراعظم ایک انگریز مسٹر ویکفیلڈ تھا جس نے ان حالات کو اپنی کتاب یادداشتیں (Recollections) میں لکھا ہے، اور کہا ہے کہ ہر شہید ہونے والے کے بدن پر گولی سینے پر لگی تھی۔

اس واقعے کا پورے ملک میں چرچا ہوا۔ مسلمانوں نے علامہ محمد اقبال کی سرکردگی میں کام شروع کر دیا۔ مولانا عبدالمجید سالک اور غلام رسول مہر کے "انقلاب" مولانا ظفر علی خاں کے "زمیندار" اور شیر جنگ کے اخبار "سیاست" نے اس مسئلے کو اولیت دی۔ چونکہ جماعت احمدیہ نے بھی کشمیریوں کی حمایت کی تھی، اس لیے چودھری ظفراللہ خان بھی پیش پیش تھے —— پھر "آل انڈیا کشمیر کمیٹی" بھی قائم ہوچکی تھی جس کے روح رواں علامہ محمد اقبال تھے، اور یہ جماعت مسائل و مصائب کشمیر میں دلچسپی لے رہی تھی۔ ازاں بعد جب جماعت احمدیہ نے اس تنظیم کے حوالے سے اپنی مذہبی سرگرمیاں شروع کیں تو علامہ محمد اقبال اس سے الگ ہوگئے ——

۲۔ جن ایام میں دوسری گول میز کانفرنس کا انعقاد ہوا —— ان دنوں ریاست جموں و کشمیر میں تحریک حریت کشمیر زوروں پر تھی اور ڈوگرہ حکومت نے برطانوی ہند کی حکومت سے نہ صرف فوجی امداد لی تھی بلکہ ریاست میں مارشل لاء بھی لگا دیا تھا۔ خاص طور پر جموں میں، جہاں فرقہ وارانہ فسادات ہوئے اور ۱۷ کاتک (بکرمی) مطابق نومبر ۱۹۳۱ء کو پانچ مسلمانوں کو شہید کر دیا گیا تھا۔ اور جموں میدان کار زار بنا ہوا تھا۔ یہی وجہ ہے کہ قائداعظم محمد علی جناح نے برطانوی حکومت کے نمائندے سے بار بار یہ استفسار کیا کہ ریاست میں کس کی حکومت ہے۔

(علامہ محمد اقبال لندن میں بھی کشمیر کے حالات سے باخبر رہے۔)

۳۔ جہاں تک مولانا شوکت علی مرحوم کا مہاراجہ کشمیر ہری سنگھ کے دفاع کا تعلق ہے، حقیقت یہی ہے کہ مولانا مرحوم، مہاراجہ کشمیر کے دوست تھے۔ وجہ یہ تھی کہ مہاراجہ ہری سنگھ —— بباطن انگریزی حکومت کے خلاف تھا۔ جس نے اس کی تخت نشینی سے قبل مسٹر "اے" کے نام سے بلیک میلنگ کا مقدمہ بنوا دیا تھا —— دوسری بات یہ ہے کہ مہاراجہ ہری سنگھ، مولانا محمد علی جوہر کے بے حد مداح تھے۔ مولانا شوکت علی نے پہلی گول میز کانفرنس، جس کے

دوران مولانا محمد علی جوہر خالق حقیقی سے جا ملے' کے سلسلے میں جو خط لکھا ہے اور اپنے بھائی کی وفات اور میت کی سوئے فلسطین روانگی کی روداد قلم بند کی ہے اس میں تحریر ہے کہ مولانا محمد علی جوہر کی وفات کی خبر سن کر جو چند لوگ فوری طور پر آئے ان میں مہاراجہ ہری سنگھ آف کشمیر بھی تھا۔

(یاد رہے کہ دوسری گول میز کانفرنس میں برطانوی حکومت نے ہندوستان کے بیشتر ریاستی حکمرانوں کو مدعو کیا لیکن مہاراجہ کشمیر کو نہیں کیونکہ ان دنوں ریاست میں تحریک حریت کشمیر جاری تھی۔)

بہرحال علامہ اقبال کشمیر سے غافل نہیں رہے۔ اس وقت علامہ محمد اقبال آل انڈیا مسلم کانفرنس کے صدر بھی تھے جس کا اجلاس ۲۰ نومبر ۱۹۳۱ء کو ہوا جس میں کشمیر سے متعلق مندرجہ ذیل قرار داد منظور ہوئی:

"کمیٹی، کشمیر کے مظلوم مسلمانوں کے ساتھ دلی ہمدردی کا اظہار کرتی ہے جن پر حکومت کشمیر نے ناگفتہ بہ مظالم توڑے ہیں—— اور اپنے حقوق کے لیے جنگ میں انہوں نے جو قربانیاں دیں، انہیں بے حد قدر کی نگاہ سے دیکھتی ہے، نیز کمیٹی، مسلمانان پنجاب کی قابل تعریف کوششوں کی تعریف کرتی ہے جو انہوں نے اپنے کشمیری بھائیوں کی امداد میں انجام دی ہیں۔ مہاراجہ کشمیر کے تازہ اعلان کے پیش نظر کمیٹی توقع رکھتی ہے کہ اس پر پورے طور پر عمل کیا جائے گا اور ہزہائی نس کی رعایا کی شکایات اور تکالیف کا پوری طرح تدارک ہو جائے گا—— نیز کمیٹی اعلان کرتی ہے کہ جب تک مسلمانان کشمیر کی شکایات دور نہ ہوں گی، مسلمانان ہند کی بے چینی کم نہ ہوگی۔ کمیٹی، حکومت ہند کو متنبہ کرتی ہے کہ اگر موجودہ حالات میں پھر مسلمانوں کو ڈوگروں کے رحم و کرم پر چھوڑا گیا تو اس کی ذمہ داری حکومت پر عائد ہوگی۔ کمیٹی مطالبہ کرتی ہے کہ کشمیر آرڈی نینس فی الفور منسوخ کر دیا جائے، اور اس کے تحت جو افراد گرفتار ہیں، انہیں فوراً رہا کر دیا جائے۔ نیز کمیٹی کے نزدیک جب تک آرڈی نینس پر عمل ہوتا رہے گا، مسلمانان پنجاب اور حکومت کے درمیان کسی مصالحت کی توقع نہیں، اس لیے حکومت سے پرزور اپیل کی جاتی ہے کہ اس مسئلے پر مزید ایجی ٹیشن بند کرانے کے لیے جلد کارروائی کرے۔"

(روزنامہ "انقلاب" لاہور ۲۲ نومبر ۱۹۳۱ء)

۴۔ دوسری گول میز کانفرنس میں شرکت کے بعد آپ وطن واپس آئے کیونکہ یکم دسمبر ۱۹۳۱ء کو کانفرنس ختم ہوگئی تھی۔ مارچ ۱۹۳۲ء میں آپ کو آل پارٹیز مسلم کانفرنس، جو اب تک آل انڈیا

مسلم کانفرنس کے نام سے مشہور ہو چکی تھی' کا صدر منتخب کیا گیا۔ یہ جماعت نہرو رپورٹ کے خلاف تمام مسلم مکاتب فکر کو متحد کرنے کے لیے بنائی گئی تھی۔۔۔۔۔ بہرحال' ڈاکٹر محمد اقبال نے 'آل انڈیا' مسلم کانفرنس کے پلیٹ فارم سے کشمیری عوام کی آزادی کے لیے اپنی کوششیں جاری رکھیں۔

www.IqbalCyberLibrary.Net All rights reserved. ©2002-2006

دانش

رایزنی فرهنگی جمہوری اسلامی ایران اسلام آباد کا سہ ماہی فارسی اردو تحقیقی مجلہ

- ایران میں فارسی زبان و ادب کے جدید رجحانات ۔
- برصغیر پاکستان و ہند میں فارسی ادب اور ایران شناسی پر تحقیق کی رفتار ۔
- ایران اور برصغیر میں فارسی ادبیات سے متعلق شائع ہونے والی کتب پر نقد و نظر ۔
- اور ایران و برصغیر کے ثقافتی اشتراکات کے بارے میں مقالات شائع کرتا ہے ۔

رایزنی فرہنگی جمہوری اسلامی ایران

مکان ۲۵ ، گلی ۲۷ ، ایف ۲/۶ ۔ اسلام آباد (پاکستان)